نسل انسانی کی بقاء کا سامان

(فرمودہ ۲۴- دسمبر ۱۹۲۱ء بعد نماز عصر) لے

خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا :

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی فطرت اجتماع کے اوپر ایک خاص قسم کی لذت حاصل کرتی ہے وہ لذت خواہ کسی شکل میں ہو مگر ہوتی ہے۔ ایک دوست دوست سے ملتا ہے اس کو لذت ملتی ہے بھائی بھائی سے مل کر لذت حاصل کر سکتا ہے۔ ماں باپ بچہ سے اور بچہ ماں باپ سے مل کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ غرض تمام انسانوں کو آپس میں مل کر ایک لذت آتی ہے۔ گو وہ اس کو محسوس نہ کریں۔ ثبوت یہ ہے کہ جنگل میں اکیلا انسان جا رہا ہو۔ وہاں کوئی شخص کیسا ہی اجنبی اور زبان سے ناواقف ملے اس سے مسرت حاصل ہوگی۔ ایک ہندوستانی جو پشتو نہ جانتا ہو اور ایک پٹھان جو اردو سے ناواقف ہو دونوں جب جنگل میں ملیں گے تو مسرت پائیں گے تو معلوم ہوا کہ انسان کو انسان سے مل کر مسرت ہوتی ہے گو مخفی ہو مگر وہ تھوڑی نہیں ہوتی۔ جیسے ناک آنکھ کان سے جو لذت ہے وہ مخفی ہے اس کو انسان یوں محسوس تو کرتا ہے مگر جب آنکھیں گم ہو جائیں شنوائی اور قوت شامہ ضائع ہو کر پھر ملے تو کتنی خوشی اور راحت اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ آنکھ بیمار ہو ڈاکٹر پٹی باندھ کر حکم دے دے کہ کھولنا مت۔ مگر انسان چوری چوری پٹی اٹھا کر دیکھتا ہے۔ اس حالت میں آنکھ ضائع بھی ہو جاتی ہے۔ اگر اس وقت روشنی نظر آتی ہے تو کتنی خوشی اور لذت ملتی ہے۔ کان نہ سنے مگر پچکاری سے یا مرض کا دورہ پورا ہونے سے آرام ہو تو انسان کتنا خوش ہوتا ہے۔ ناک کی قوت نہ رہے اور پھر مل جائے

خواہ بدبو ہی سونگھے اس سے خوشی ہوتی ہے تو بعض راحتیں معلوم نہیں ہوتیں مگر اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب فرض کرلیا جائے کہ وہ قوتیں ضائع ہوگئیں اور پھر ملی ہیں۔

اور یہ بات کہ اجتماع سے لذت حاصل ہوتی ہے ہمیں اس طرف راہبری کرتی ہے کہ جب بندوں سے ملاپ میں راحت ہے اور سرور ہے تو خدا سے ملاپ اور وصال میں کس قدر لذت اور سرور اور راحت ہوگی۔ اور اسی اصل کے ماتحت نکاح بھی آجاتا ہے۔ میں نے یہ بات یونہی نہیں کہی کہ چھوٹی باتیں بڑی باتوں کے لئے راہبر ہوتی ہیں بلکہ میں اس کی مثال دیتا ہوں۔ دین میں حیا نہیں۔ ہمارے وعظ میں بچے بھی ہوتے ہیں ہم ان کو روک بھی نہیں سکتے اور نہ ہم ان کو ان باتوں سے ناواقف رکھنا چاہتے ہیں اس لئے میں بتاتا ہوں کہ کس طرح چھوٹی باتوں سے بڑی باتوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور کس طرح مرد و عورت کا ملاپ خدا سے تعلق کی طرف راہبری کرتا ہے۔ انسان کی غرض پیدائش ایک یہ بھی ہے کہ یہ نسل چلائے۔ خدا کو بقاء نسل انسانی مدنظر ہے اس کے لئے اس نے کیا سامان کئے۔ یہ ایک بڑا مقصد ہے۔ اب دیکھو کس طرح اس بڑی غرض کو چھوٹے چھوٹے ذریعوں سے حاصل کرالیا ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے سارے جسم میں جماع کی طاقت ہوتی ہے بقاء نوع انسانی کا مدار بقاءِ شخصی پر ہے یعنی اس کا پہلا زینہ یہ ہے کہ بچہ خود زندہ رہے۔ سوال ہوتا ہے کہ بچہ کو دودھ پینا کون سکھاتا ہے وہ بول نہیں سکتا۔ اپنے خیالات اور خواہشات کا اظہار نہیں کرسکتا مگر قدرت نے قوت شہوت کو اس کے تالو اور زبان میں خصوصاً زیادہ رکھ دیا۔ بچہ جب ماں کی چھاتی منہ میں لیتا اور دباتا ہے تو اس کو مزا آتا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کے پیٹ میں دودھ بھی چلا جاتا ہے جس سے اس کی بقاء شخصی ہوتی ہے گویا اس لذت میں خدا نے اس کی زندگی و بقاء کو رکھا تھا۔ اب بچپن سے گزر کر جوانی کے دن آتے ہیں تو اس وقت کون ان کو وہ خاص باتیں سکھاتا ہے سوائے شریروں کے۔ باقی سب کو قدرت اور خدا کا قانون سکھلاتا ہے۔ مگر اس کی کیا صورت ہے۔ اس کے لئے جاننا چاہئے کہ اس قوت اور لذت کو قدرت نے ان آلات کے قریب رکھ دیا جو پیشاب وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ گندگی کو انسان دھوتا ہے اور اس طرح اس کو لذت کا علم ہوجاتا ہے اور مزا محسوس کرتا ہے اور وہ معلوم کرتا ہے کہ یہاں ہی وہ چیز ہے جو نسل انسانی کی بقاء کے لئے اس کو دی گئی ہے۔ یہ بہت لطیف اور لمبی بحث ہے مگر میں نے مختصراً بیان کردی ہے کہ چھوٹی بات سے بڑی بات کی طرف کس طرح توجہ دلائی جاتی ہے دیکھو کس طرح چھوٹی لذت سے بقاء نسل کا

کام لیا۔ اور اسی طرح اجتماع کی جو لذت ہے اس سے بھی ایک غرض ہوتی ہے کہ میرا جوڑ کس سے ہے وہ محسوس کرتا ہے کہ میرا تعلق خدا سے ہونا چاہئے اگر میں اس میں مل جاؤں تو جس طرح مرد عورت کے جوڑے سے نسل انسانی کو بقاء ملتی ہے اسی طرح جب بندہ اور خدا ملتے ہیں تو بندے کو ابدی زندگی اور لافانی اور غیر منقطع سلسلہ حیات دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے نکاح کو رکھا ہے۔ اس میں اس غرض کو مدنظر رکھنا چاہئے عام طور پر جس طرح ملنے میں مزہ مدنظر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اجتماع کی اصل غرض جو خدا سے جوڑ تھا انسان اس کو بھول جاتا ہے اور محض اجتماع ہی باقی رہ جاتا ہے۔

(الفضل ۲۳۔ فروری ۱۹۲۲ء صفحہ ۶، ۷)

لہ فریقین کا علم نہیں ہوسکا۔